تقریظ

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ

حامداً و مصلیاً قدیم زمانہ سے دنیا کی قوموں کا یہ عمل تسلسل کے ساتھ جاری رہا کہ اپنے ماضی کے شاندار کارناموں کو زبانی بیان کر کے آئندہ نسلوں تک پہونچایا ہے اور بعد میں تحریرات و آثار کے ذریعہ ان کو محفوظ کیا گیا، آگے چل کر یہی واقعات تاریخ و تذکرہ نویسی کے اجزائے ترکیبی بن گئے۔ اور کتابوں میں ان کو مدون کیا گیا۔ تاریخ و تذکرہ کے فن کو مسلمانوں نے بڑی ترقی دی، اس بارے میں ان کو امتیاز و افتخار حاصل ہے، ابتداء میں علماء و محدثین نے اسماء الرجال کا فن ایجاد کر کے حدیث کو کئی لاکھ راویوں کے حالات قلم بند کئے بعد میں اس فن نے ترقی کی اور طبقات و تراجم پر تصانیف کے انبار لگ گئے بڑے بڑے شہروں سے لیکر معمولی معمولی بستیوں کی تاریخ پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں جن میں وہاں کے علماء، فضلاء، ارباب و فضل و کمال اور شعراء وادباء کے ساتھ مساجد، مدارس، مقابر، خانقاہ اور دوسرے تعمیراتی آثار کا تذکرہ کیا گیا۔

اسی کے ساتھ امراء و سلاطین اور ارباب اقتدار کے حالات اور ان کے کارناموں پر کتابیں لکھی گئیں۔ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہؓ نے عبید بن شریہ کو یمن کے شہر صنعاء سے بلا کر شاہانِ حمیر کے حالات میں ایک کتاب بنام کتاب الملوک واخبار الماضیین، لکھوائی اور عباسی، خلفاء و امراء نے ایران کے بادشاہوں اور ہندوستان کے راجوں مہاراجوں کے احوال کا فارسی و ہندی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کرایا تاکہ ملکی سیاست و حکومت میں ان سے کام لیں، تاریخ کا مقصد بھی یہی ہے۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے ہندوستان میں تاریخ نویسی کی ابتداء شاہی دربار سے متعلق اہل علم سے ہوئی۔ جس میں سلاطین و امراء کے حالات و واقعات اور ان کے دربار سے منسلک اہل علم و فن کے تذکرے ہیں، اس سلسلہ میں تزک بابری، تزک جہانگیری،

قاضی منہاج الدین جوزجانی کی طبقات ناصری، تصنیف ۶۵۸ھ، قاضی ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی، تصنیف ۷۵۸ھ، مرزا نظام الدین بن محمد مقیم کی طبقات اکبری تصنیف ۱۰۰۲ھ ملا عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ تصنیف ۱۰۰۴ھ، محمد قاسم بیجاپوری کی تاریخ فرشتہ تصنیف ۱۰۰۵ھ، اور میر عبدالباقی نہاوندی کی مآثر رحیمی تصنیف ۱۰۲۶ھ ابوالفضل کی اکبرنامہ اور آئین اکبری وغیرہ یہاں سلاطین وامراء اور اہل علم وفن کے حالات پر جامع کہی جاسکتی ہیں۔

تاریخ کی طرح مآثر (جمع اثر) کا لفظ ہر قسم کے آثار، یادگار، واقعات کا جامع ہے اور بہت سے مؤرخوں اور تذکرہ نگاروں نے تاریخ کے بجائے مآثر کے نام سے کتابیں لکھی ہیں مثلاً صدر الدین نظامی نیشاپوری کی تاج المآثر، مرزا کامگار کی مآثر جہانگیری، صمصام الدولہ شاہنواز خاں کی مآثر الامراء اور میر عبدالباقی نہاوندی کی مآثر رحیمی،

مآثر رحیمی مرزا عبدالرحیم خانخانان پسر بیرم خان کے ذاتی حالات، ملکی وسیاسی خدمات علم نوازی ارباب دانش وہنر اور تیموری سلاطین کے واقعات پر نہایت جامع اور معتبر کتاب ہے۔

مرزا عبدارحیم خان خانان ۱۴؍صفر ۹۶۴ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے وہ چار سال کے تھے کہ ان والد بیرم خان ۹۶۸ھ میں قتل کردئے عبدالرحیم کی پرورش آگرہ میں سلطنت کے گہوارے میں ہوئی، اکبر بادشاہ نے ان کو اپنے خاص مقربین میں شامل کرکے ہر طرح سے نوازا، اپنے شاہزادے جہانگیر کا معلم بنایا ۹۷۲ھ میں مرزا خان کا خطاب دیا، اس وقت مرزا ۲۸؍سال کے تھے اور گجرات دکن سند کی شورشوں اور بغاوتوں کے ختم کرنے پر خان خاناں کیخطاب سے نوازا۔

مرزا عبدالرحیم نہایت جری، بہادر، دانشمند، دیندار، سخی، معارف پرور سپہ سالار، علم دوست، علماء نواز اور ارباب علم وفن کے قدردان تھے، انھوں نے اپنے دور کے مشاہیر علماء و مشائخ سے تعلیم حاصل کی تھی، جن میں مولانا محمد امین اندجانی، قاضی نظام الدین احمد بدخشی، حکیم علی گیلانی، علامہ فتح اللہ شیرازی اور شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی جیسے اساطینِ علم وفضل شامل ہیں، وہ عربی فارسی، ترکی اور ہندی زبانوں کے زبرست عالم وماہر تھے اور ہر زبان میں

نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بولتے اور لکھتے تھے تزک بابری کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ کیا، ہر زبان میں شاعری کرتے تھے، مطالعہ اور کتب بینی کا یہ حال تھا کہ سواری پر بھی مطالعہ کیا کرتے تھے برہان پور میں ان کا عظیم الشان کتب خانہ تھا، بقول صاحب نزہۃ الخواطر وہ امیر کبیر، بطل عاظم، صاحب سیف وقلم تھے، ہندوستان بلکہ ساتوں اقلیم میں مرزا عبدالرحیم جیسا کوئی جامع کمالات پیدا نہیں ہوا بقول خوافیخان وہ دلوں کے لئے مقناطیس تھے اور علماء، شعراء، ارباب ہنر کھنچ کھنچ کران کے گرد جمع ہو گئے تھے، اور بقول غلام علی آزاد بلگرامی مرزا عبدالرحیم کی داد ودہش کو ایک پلے میں رکھا جائے اور سلاطین صفویہ کے صلات عطایا کو دوسرے پلے میں رکھا جائے تو مرزا کا پلہ بھاری رہے گا۔

مرزا خانخاناں کو برہان پور سے خاص تعلق تھا انکے بہت سے تعمیری آثار و علائم ہیں، فاروقی دور کی تعمیر کردہ عالیشان جامع مسجد جس میں صحن، حوض اور تین رویہ کمرے ان کا اضافہ ہیں۔ دو جہانگیری سرائیں بنوائیں، حمام بنوایا، اور سب سے اہم اور مفید کام یہ کیا کہ برہان پور میں ''خیر جاری'' کے نام سے آب رسانی کے لئے نہر جاری کی یہیں ان کا عظیم ونادر کتب خانہ بھی تھا، مآثر رحیمی کے مصنف میر عبدالباقی ۱۰۲۳ھ میں یہیں آکر مرزا عبدالرحیم کے مقربین میں شامل ہوئے، ہمارا خیال ہے کہ انھوں نے مآثر رحیمی کی تصنیف کی ابتدا بھی یہیں کی اور ۱۰۲۶ھ میں اس کو مکمل کیا۔

میر عبدالباقی بن آقابابا نہاوندی نے اپنی آمد سے پہلے ہی خان خاناں کے مراحم خسروانہ اور علم وعلماء نوازی کی داستانیں ایران میں سن کران کی شان میں مدحیہ اشعار کہے تھے جو خان خاناں کے گوش گزار ہو چکے تھے چنانچہ انہوں نے میر عبدالباقی کو مآثر رحیمی کی تصنیف کا حکم دیا۔ بعد میں میر عبدالباقی مہابت خاں جہانگیری کے دربار سے منسلک ہوکر بہار کا گورنر ہوا اور شاہ جہاں کے دورِ سلطنت میں ۱۰۴۲ھ میں فوت ہوا۔

میر عبدالباقی نے مآثر رحیمی کو ایک مقدمہ، چار فصل، اور خاتمہ پر مرتب کیا ہیں مقدمہ میں اپنے محسن وممدوح مرزا عبدالرحیم کے حسب ونسب اور آبا واجداد کا حال لکھا ہے۔ فصل اول

میں ان کے والد بیرم خان کے حالات اور کارناموں کو بیان کیا ہے، فصل دوم میں مرزا عبدالرحیم کے ذاتی حالات وکمالات، ملکی وسیاسی اور سرکاری خدمات اور دوسرے اوصاف کا تذکرہ کیا ہے۔ فصل سوم میں خانخاناں کے یادگاری کارنامے، مساجد، مدارس، سرائے، حمام، محکمہ آب رسانی کی تعمیرات وعمارات، درج کی ہیں، فصل چہارم میں خانخاناں کے اولاد و احفاد کی تفصیل درج کی ہے اور خاتمہ میں ان کے دربار سے منسلک علماء، فضلاء ادباء، شعراء، اور دیگر اہل فضل وکمال کے سوانح لکھے ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ بڑا قیمتی اور معلوماتی ہے، جس سے تیموری دور کے بہت سے اہل علم وفن کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اس عظیم ضخیم کتاب کو ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ نے بڑے اہتمام سے تین موٹی موٹی جلدوں میں شائع کیا تھا تیسری جلد میں علماء وفضلاء اور شعراء وادباء وغیرہ کے تذکرے ہیں۔

سیکڑوں سال پہلے طبع ہونے کے باوجود کہنا چاہئے کہ یہ کتاب زاویۂ خمول (گمنامی) ہی میں رہی اور اس سے کماحقہ استفادہ نہیں جاسکا اولاً علم وتحقیق کا ذوق ختم ہوتا جارہا ہے، دوسرے مدرسوں تک سے فارسی کا رواج روز بروز کم ہورہا ہے، اس لئے اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت تھی، مگر شاید اس کتاب کی ضخامت اس کام سے مانع رہی، آخر میں برہان پور ہی کے ایک ماہر رحیمیات عالم وفاضل اور برہان پور کی تاریخ کے امین جناب منشی محمد اسمٰعیل صاحب فہمی مرحوم نے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا اور صلۂ وستائش سے بالاتر ہوکر اپنے ذوق وشوق سے مآثر رحیمی کا اردو میں ترجمہ کیا۔

اکبر بادشاہ نے مرزا عبدالرحیم کو جونپور میں جاگیر عطا کی تھی، مغل دور سلطنت میں سرکار جون پور میں موجودہ ضلع اعظم گڈھ کا علاقہ بھی شامل تھا، جس میں مشہور علمی وصنعتی قصبہ مبارک پور بھی شامل ہے۔ یہی منشی محمد اسمٰعیل صاحب فہمی برہانپوری مرحوم کا آبائی وطن ہے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ دار وگیر میں ان کے دادا شیخ سبحانی بن شیخ احمد نے مبارک پوری قافلہ کے ساتھ ترک وطن کرکے برہان پور میں اقامت اختیار کی، جہاں منشی محمد اسمٰعیل بن شیخ عبدالرحمٰن ۱۹۰۴ء میں

پیدا ہوئے، اور وہیں کے مدرسہ خیر الاسلام میں مولانا محمد داؤد برہان پوری، مولانا غلام احمد افغانی وغیرہ سے تعلیم پائی اور استاذ الشعراء مولانا علیم اللہ خیالی مبارک پوری ثم برہانپوری سے وابستہ رہ کر شعر وشاعری میں درجۂ کمال کو پہونچے، ریاض دانش اور نیرنگ دانش ان کے دو شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا سب سے عظیم کارنامہ مآثر رحیمی جیسی اہم وضخیم کتاب کا ترجمہ ہے۔ جس کو مرحوم نے حضرت مولانا حافظ محمد فیض اللہ صاحب مرحوم مبارک پوری ثم برہانپوری کے نام معنون کیا ہے جن کی مذہبی تعلیم نے برہان پور کے صدہا تشنگان علم کو سیراب کیا ہے، افسوس کہ وہ اس کتاب کی طباعت واشاعت سے پہلے ہی مئی ۱۹۷۳ء میں انتقال کر گئے، یہ بات مسلم ہے کہ میر نہاوندی مرحوم کی فارسی کتاب کا فہمی مرحوم نے اردو میں ترجمہ کر کے اس کی افادیت کو عام کیا ہے، اور اردو داں طبقہ اس سے پورا پورا استفادہ کر سکتا ہے۔ کسی زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں بڑا مشکل کام ہے یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جو دونوں زبانوں پر عبور تام رکھتا ہو، ترجمہ کا کمال یہ ہے کہ ترجمہ اصل کی پوری ترجمانی کرتا ہو، اور اصل معلوم ہوتا ہو، مآثر رحیمی کے اس ترجمہ میں یہی بات نظر آتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر باقی نہاوندی کے زبان وقلم اور منشی فہمی کے زبان وقلم میں لفظی ومعنوی ہم آہنگی نے اصل اور ترجمہ کو ایک کر دیا ہے، اور پڑھنے والے کو محسوس ہو رہا ہے کہ وہ واقعی مآثر رحیمی پڑھ رہا ہے۔

قاضی اطہر مبارک پوری

۲۹ر شعبان ۱۴۱۴ھ

۱۰ر فروری ۱۹۹۴ء

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری نے ۱۴ر جولائی ۱۹۹۶ء داعئ اجل کو لبیک کہا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مآثر رحیمی

تصنیف
میر عبد الباقی نہاوندی

مترجم
محمد اسماعیل فہمی

تقریظ:
حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

باہتمام
مومن جماعت برہان پور

ناشر
ادارہ اشاعت اسلام دیوبند
9359263980